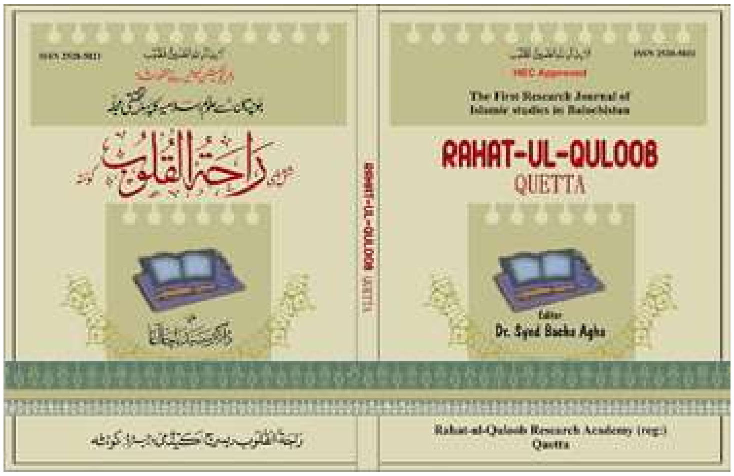

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution
4.0 International License

RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P)2025-5021.(E)2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: »Australian Islamic Library,IRI(AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index,Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

صوفیائے کرام کے اقوال واعمال میں حلال کمائی کا تصور: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Lawful Earning in the Sayings and Practices of the Ṣūfīs: An Analytical Study

AUTHOR

1. Muhammad Ahmed Raza. Assistant Professor, Department of Philosophy & Religious Studies, The Central University of Kashmir, Ganderbal, Union Territory of Jammu & Kashmir. India. Email: razaahmed@cukashmir.ac.in
2. Muhammad Wajid Azeem, Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad, India. Email: mohdwajidazeem86@gmail.com

How to Cite: Mohd Wajid Azeem, & Mohammed Ahmed Raza. (2026). URDU: صوفیائے کرام کے اقوال واعمال میں حلال کمائی کا تصور: ایک تجزیاتی مطالعہ: The Concept of Lawful Earning in the Sayings and Practices of the Ṣūfīs: An Analytical Study. *Rahat-Ul-Quloob*, *10*(02), 01-13. Retrieved from https://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/553

Vol. 10, No.2 || July–Dec2026 || URDU-Page. 01-13
Published online: 16-10-2026

صوفیائے کرام کے اقوال و اعمال میں حلال کمائی کا تصور: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Lawful Earning in the Sayings and Practices of the Ṣūfīs: An Analytical Study

[1] محمد احمد رضا　　　　[2] محمد واجد عظیم

ABSTRACT

Islam recognizes worldly life and gives great importance to the lawful earnings. Trade and business done with intention to seek the pleasure of Allah is not only a way to meet one's financial needs, but it also fulfils the socio-religious responsibility. Through a lawful source of income, a Muslim can support himself and can also help and serve his Muslim brothers who are financially weak.Ṣūfīs consider earning livelihood necessary for ordinary people but for the traveller on spiritual path their opinions vary. One group among the Ṣūfīs believes that using worldly means to earn a living is against trust in Allah (*tawakkul*). Another group, however, believes that using these means, with certain conditions, is not only a good and rewarding act but also an important way to achieve Allah through *khidmat-e khalq* (service to humanity). This paper presents an analytical study of Ṣūfīs' teachings and practices and shows that the means of earning chosen in the light of Prophet's ﷺ deeds, sayings provide a good example for developing a self-reliant society. The practices of the Ṣūfīs show that Sufism does not encourage begging. Rather, it encourages people to work and earn through lawful means. Earning a lively-hood is not a hindrance to in the spiritual paths. Rather, it can help a seeker to achieve Allah's divine love and bliss. When lawful earning is connected with the pleasure of Allah and the service of people, the work which apparently seems to be mundane becomes supermundane.

Keywords: Ṣūfī, Lawful Earnings, Khidmat-e Khalq, Role Model, Spiritual Path.

تعارف:

کسی صنعت یا کاروبار کو فروغ دینا صوفیہ کا مشن اور مقصد نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے نزدیک ان کے ہر عمل کا مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ صوفیہ کرام کی سوانح حیات اور تذکروں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کرام رضائے الٰہی کی خاطر دنیا میں ایسے کام کر گئے جو ان کا اصلی ہدف تو نہیں تھا لیکن ان کے کیے ہوئے کام کے صدقے میں متعدد صنعت و حرفت کی ترویج و ترقی ہوئی ہے۔

صوفیہ میں متعدد ایسے طبقات ہیں جنھوں نے "توکل علی اللہ" کو خالصا اپنا وطیرہ حیات بنایا۔ لیکن صوفیہ کی ایسی بھی تعداد ہے جنھوں نے کسب معاش کے لیے متعدد پیشوں کی نہ صرف تائید کی ہے بلکہ ان پیشوں کو عملی طور اپنا کر یہ باور کرایا کہ رزق حلال کے حصول کے لیے کیا جانے والا کوئی پیشہ یا کوئی صنعت معیوب نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ اس مقالے میں متعدد سلاسل کے صوفیہ کرام کے ارشادات و معمولات کے ذریعے یہ گفتگو تفصیل سے کی جائے گی کہ صوفیہ کرام کی اکثریت نے حلال پیشہ اور حلال صنعت و تجارت کی حوصلہ شکنی نہیں کی ہے۔

وادی کشمیر میں آرام فرما آٹھویں صدی ہجری کے عظیم صوفی میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جب ایران کے علاقہ ہمدان سے 781ھ میں کشمیر تشریف لائے، تو تقریباً سات سو سادات اور خادمین آپ کے ہمراہ تھے جن کا سلطان قطب الدین نے والہانہ انداز سے استقبال کیا۔[1] ان سات سو افراد میں سے سب علماء و فضلاء ہی نہیں تھے بلکہ ان میں مختلف علوم و فنون کے ماہرین بھی تھے۔ کچھ ایرانی کشیدہ کاری اور چوب کاری کا ہنر اور فن ساتھ لائے تھے[2] نظر نواز کشمیری شال بنانے کا ہنر جسے اہل کشمیر "شال بافی" کے نام سے جانتے ہیں، انہیں کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ چوں کہ اس صنعت میں سلطان کی ذاتی دلچسپی تھی اور اس کے فروغ کے لیے آپ سے فنی رہنمائی لیتے تھے۔ بایں وجہ اسے "کارِ امیری" بھی کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پیشتر یہ صنعت زوال پذیر تھی۔ ان کی مخلصانہ کاوشوں کے سبب یہ فن دوبارہ زندہ ہوا[3]۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان سے آپ کے مراسم اچھے تھے آپ چاہتے تو شاہی مراعات پر زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن آپ نے قصداً دستکاری بالخصوص کلاہ سازی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا جسکی ستائش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر کی۔

شیخ نور الدین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سید ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں فرماتے سنا "اپنے کار کسب سے کمائی کر کے کھانا چاہئے"۔ میں نے کہا: "کونسا کار کسب؟" کہا: "کلاہ دوزی۔"[4] آپ کی زندگی اور دستکاری میں آپ کی خدمات اسی نورانی خواب کی تعبیر تھی۔ آج کشمیری کشیدہ کاری، کارچوبی اور زردوزی کے نادر نمونوں کو اپنی بوقلمونی اور دلکشی سے جو شہرتِ دوام حاصل ہے وہ میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مرہون منت ہے۔[5]

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اہل کشمیر تک امیر کبیر نے نہ صرف دین پہنچایا بلکہ دنیا کمانے کا جائز ہنر بھی سکھایا۔ اس کے برعکس بر صغیر ہند و پاک میں عام تصور ہے کہ عالم اور صوفی اسی وقت تک متقی ہے جب تک وہ مسجد یا مدرسہ سے منسلک ہے یا گوشہ نشین ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات اور تصوف سے کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ بلاشبہ ہر عالم و مرشد کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کی روشنی سے دوسرے کو مستفیض کرے اور اسے حتی المقدور یہ کوشش کرنی بھی چاہیے، لیکن یہ سوچ کہاں تک صحیح ہے کہ تعلیم و تعلم کے علاوہ کسب معاش کی تمام راہیں ایک تقویٰ شعار اور پرہیز گار شخص پر بند ہیں۔

تصوف اور کسبِ رزق کے بارے میں گفتگو کرنے سے قبل یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ اسباب اختیار کرنا اور انہیں استعمال کرنا ایک الگ تصور ہے اور اسباب کو دل میں اتار کر ان پر یقین رکھنا دیگر تصور ہے۔ رزق کے حلال ہونے کا دار ومدار اس بات پر منحصر ہے کہ کسب رزق کا مخصوص ذریعہ فی نفسہ حرام تو نہیں ہے؟ جیسے قمار بازی، سودی کاروبار وغیرہ۔ اگر وہ پیشہ فی نفسہ جائز ہے لیکن اسے چلانے کے طریقے یا وسائل جو وہ اپنا رہا ہے وہ شرعاً ٹھیک نہیں تو ایسا پیشہ درست نہیں قرار پائے گا۔ مثال کے طور پر تجارت کرنا جائز بلکہ سنتِ نبوی ہے، لیکن تجارت کرنے میں اگر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے یا قسم کھا کر زیادہ دام میں بیچتا ہے تو اس برے عمل کی وجہ سے اس سے حاصل ہونے والی رقم ناجائز قرار پائے گی۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: من غش فلیس مني[6] یعنی جس نے دھوکہ کیا، وہ مجھ میں سے نہیں۔ اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں مادیت پرستی اپنے عروج پر ہے، والدین بچے کو مہنگے ماڈرن اسکول میں بھیجنا چاہتے ہیں جہاں کا پورا نظام دین اور اسلام سے کوسوں دور ہے۔ اس کے بر عکس دینی مدرسے جن کا مقصد طلبہ کی دنیا آخرت سنوارنا ہے وہاں عام ماڈرن اور جدید تعلیم یافتہ مسلمان اپنے بچوں کو بھیجنا تو دور اس کا نام بھی سننا گوارہ نہیں کرتا۔ ایسے پر آشوب ماحول میں ایک عالم اگر درس وتدریس کو اپنا ذریعہ معاش بناتا ہے تو یقیناً یہ ایک مستحسن عمل ہے۔ یہ دیگر بات ہے کہ معاشرے میں ایسے افراد بھی ہیں جو مذہبی نسبت کو اپنے ذاتی یا معاشی مفادات کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں ان میں بعض غیر شفاف وغیر اخلاقی ذرائع سے چندہ اور مالی اعانت حاصل کرتے ہیں۔ ایسے ہی نام نہاد روحانی پیشوا، عملیات اور دیگر مذہبی مظاہر کے ذریعے سادہ لوح غریب اور ناخواندہ عوام سے مالی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ آج کا مسلم معاشرہ کسی عالم، صوفی یا پیر کے کسی پیشہ یا تجارت کرنے کو معیوب گردانتا ہے۔ لیکن جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈہ جیسے کام کو بآسانی قبول کر لیتا ہے۔ اس تصور کے اسباب وعوامل پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کے پیچھے کارفرما اسباب میں ایک سبب رہبانی فلسفہ بھی ہے۔ اسی طرح ہندوستان کے دیگر مذاہب کے وہ عقائد اور نظریات بھی کارفرما ہیں جن کے مطابق مذہبی لوگوں کے لیے کسب معاش کی اجازت نہیں ہے البتہ گزر اوقات کے لیے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا اور نذر ونیاز پر زندگی گزارنا درست مانا جاتا ہے۔ مثلاً سناتن دھرم میں چار طبقات ہیں۔ سب سے اعلیٰ طبقہ برہمن ہے؛ ان کے حقوق میں یہ بات شامل ہے کہ لوگ انہیں دان دیا کریں۔ جین ازم اور بدھ ازم میں مذہبی رہنماؤں اور بھکشوؤں کے لیے کسب معاش کی ممانعت ہے اور وہ اپنی ضروریات کے لیے لوگوں کے دیے ہوئے کسا کے محتاج ہیں۔ عیسائیوں کے یہاں جب رہبانیت کے فلسفہ نے مقبولیت حاصل کی تو لوگوں نے بھی راہب سے یہ امید کی کہ وہ کسب معاش چھوڑ دیں اور لوگوں کے عطیات پر زندگی گزاریں۔ لیکن لا رھبانیة فی الاسلام[7] سے اسلام نے فلسفہ رہبانیت کو مسترد کیا ہے۔ اسلام نے اس کے بر عکس کسب معاش کو روز اول سے ہی ضروری قرار دیا ہے، قرآن میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: فاذا قضیة الصلاۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ[8]۔ یعنی پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ

اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یہاں قرآن نے تلاش رزق اور کسب معاش کو فضل الٰہی سے تعبیر کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال سے کسب حلال کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة[9] یعنی فرائض کے بعد کسب حلال کی تلاش بھی فرض ہے۔

اکثر ہم اپنے خطباء وعلماء سے تجارت کے حوالے سے تقریریں اور تحریریں سنتے اور پڑھتے ہیں لیکن صنعتی اِکائی کے قیام اور اس کے فروغ کے حوالے سے کم پڑھنے کو ملتا ہے۔[10] جب کہ یہ وہی قوم ہے جو ماضی میں زیادہ تر صنعت وحرفت کے موجد رہے ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ جس ملک سے انہوں نے جو چیز لی یا سیکھی وہ اگر انہیں خام حالت میں ملی تو انہوں نے اپنی عقل وہنر سے اس کی ایسی تکمیل وتشکیل کی کہ وہ خود اس فن کے استاد بن گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صنعت وحرفت ان کے لیے مخصوص ہو گئی تھی، چنانچہ انہیں جب اسپین سے نکالا گیا تو ملک کو ایسا نقصان عظیم پہنچا جس کی تلافی ساڑھے پانچ سو برس میں بھی نہیں ہوئی اور امید نہیں کہ اتنے ہی اور زمانہ کے بعد ہو سکے گی۔[11]

چونکہ زراعت، تجارت اور صنعت کا تعلق ظاہری دنیا سے ہے اور تصوف میں انسان کی ظاہری زندگی کے مقابل باطنی زندگی موضوع بحث رہتی ہے[12] تو اس ضمن میں یہ کہنا غیر مناسب نہ ہو گا کہ اسلام واحد دین ہے جو دین ودنیا کی تفریق کو قبول تو کجا، اس کے برعکس ظاہری پہلو کی اصلاح پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ تزکیہ نفس اور رزق حلال میں لازم وملزوم کا رشتہ ہے۔ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنے مقرب بندوں کو تلاش رزق کی صعوبتوں سے بے نیاز کر دے جیسا کہ من وسلویٰ کی صورت میں بنی اسرائیل کو رزق فردا کے جھمیلوں سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ لیکن اس کے برعکس انبیاء کی سیرت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اللہ سے کسب معاش کی دعا مانگی تھی۔

روایت ہے کہ اللہ کے خلیفہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میرے لیے معاش کا کوئی ذریعہ مقرر فرما دے تا کہ میں اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاؤں۔ اللہ نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو ایسا نرم کر دیا کہ خمیر اور موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ چنانچہ آپ لوہے کی زرہیں بنا کر بیچا کرتے تھے اور اسی سے اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتے تھے۔[13] قرآن نے اس واقعہ کی طرف تلمیحاً ارشاد فرمایا: وعلمناه صنعة لبوس لکم لتحصنکم من باسکم[14] یعنی اور ہم نے ہی انہیں تمہارے فائدے کے لیے زرہ کا لباس بنانے کی صنعت اور کاریگری بھی سکھا دی تا کہ وہ تم کو ایک دوسرے کی مار سے بچائے۔ رب قدیر جو لوہے کو موم کی طرح نرم کرنے پر قادر ہے، وہ چاہتا تو حضرت داؤد علیہ السلام کو بلاحاجت سبب معاش رزق کی صورت پیدا کر دیتا۔ تاہم سیرت داؤدی کا یہ پہلو اس نکتہ کے طرف اشارہ ہے کہ کسی صنعت یا پیشہ سے وابستگی منافی تقویٰ نہیں ہے ورنہ بھلا ایک نبی سے بڑھ کر صوفی اور پرہیز گار کون ہو سکتا ہے!

کیا کسبِ حلال توکل علی اللہ کے منافی ہے؟

امام محمد غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کسبمعاش اور طلب حلال کو ایک معاشی ضرورت سے بڑھ کر ایک عظیم دینی فریضہ اور عبادت کا درجہ دیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر انسان اہل وعیال کو دوسروں کی محتاجی سے بچانے اور ان کی کفالت کے لیے حلال ذرائع اختیار کرتا ہے تو یہ عمل راہ خدا میں جہاد کے مترادف ہے بلکہ بعض نفلی عبادات سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں وہ فرماتے ہیں کہ: 'اے عزیز اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو لوگوں سے بے پرواہ رکھنا اور کسبِ حلال کے ذریعے ان کی کفالت کرنا راہ دین میں جہاد کرنا ہے اور بہت سی عبادات سے افضل ہے'۔[15] اسسے معلوم ہوا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معاشی جدوجہد جب خلوص نیت اور شرعی حدود کے اندر ہو تو وہ محض دنیا طلبی نہیں بلکہ عبادت شمار ہوتی ہے۔

اس حقیقت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دورِ نبوی کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں: 'ایک دن جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوۃ والسلام تشریف فرماتھے، صبح تڑکے ایک قوی جوان ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا افسوس یہ اس قدر سویرے راہ خدا میں اٹھا ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کو لوگوں سے بے پرواہ کرنے جاتا ہے۔ تو بھی وہ خدا کی راہ میں ہے اور اگر تفاخر اور لاف زنی و تونگری کے لیے جاتا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔[16] اس واقعہ سے یہ اصول بھی نکلتا ہے کہ کسی عمل کی شرعی حیثیت کا انحصار اس عمل کی محرک نیت پر ہوتا ہے۔

اس مضمون کی تائید میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قولِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں کہ جو شخص لوگوں سے بے پرواہ ہونے یا اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے غرض سے دنیا میں طلب حلال کرتا ہے۔ قیامت کے دن اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح منور و تاباں ہو گا۔[17] یعنی طلب رزق حلال نہ صرف دنیاوی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا ذریعہ ہے بلکہ آخرت میں عظیم اجر وثواب کا سبب بھی ہے۔

ایک دوسری جگہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کسب معاش کی اہمیت کو مزید واضح کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا 'کسب نہ چھوڑو اور یہ نہ کہو کہ حق تعالی روزی دیتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ آسمان پر سے سونا اور چاندی نہیں بھیجتا گو کہ یہ اس کی قدرت سے بعید نہیں ہے مگر کسی حیلے سے روزی دینا خداوندی عادت ہے۔'[18] اس سے پتا چلا کہ اگرچہ رزق حقیقی عطا کرنے والی اللہ کی ذات ہی ہے لیکن اس کے حصول کے لیے اسباب اختیار کرنا سنت الٰہی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے تھے 'میں کسی جگہ اپنی موت کو اس سے زیادہ دوست نہیں رکھتا کہ میں بازار میں اپنے عیال کے لیے

طلبِ حلال میں مصروف ہوں اور میری موت آجائے'۔[19] یہ اور اس کے مثل دیگر ارشادات کسبِ معاش کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں اور اہل و عیال کی کفالت کے لیے کی جانے والی جدوجہد کو عبادت اور باعث نجات گردانتے ہیں۔ رزق حلال کے لیے لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا 'بیٹا کسب نہ چھوڑنا کہ جو شخص لوگوں کا محتاج ہوتا ہے اس کا دین تنگ ہو جاتا ہے، عقل ضعیف ہو جاتی ہے، مروت زائل ہو جاتی ہے، لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں'[20] یعنی معاشی کفالت صرف دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ دینی، اخلاقی اور سماجی وقار کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے۔

کیمیائے سعادت میں ہی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کیے گئے ایک سوال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہامام حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو عبادت کے لیے مسجد میں بیٹھ رہے اور کہے خدا مجھے رزق دے گا امام صاحب نے فرمایا وہ جاہل ہے شرع نہیں جانتا اس لیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی ہے یعنی جہاد کرنے میں [21]۔ اور لکھتے ہیں کہ اوزاعی نے حضرت ابرہیم بن ادہم قدس سرہ کو دیکھا کہ لکڑیوں کا گٹھا گردن پر اٹھائے ہیں پوچھا آپ کا یہ کسب کب تک ہو گا آپ کے مسلمان بھائی آپ کے اس رنج و تکلیف کو دور کر سکتے ہیں فرمایا چپ رہو حدیث شریف میں ہے جو کوئی طلب حلال کے لیے ذلیل جگہ کھڑا ہو گا اس کے لیے بہشت واجب ہو جاتی ہے [22]۔ مذکورارشادات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسب معاش اور طلب رزق حلال محض معاشی سرگرمی نہیں بلکہ دینی، اخلاقی و سماجی فریضہ ہے۔ جب اس کا مقصد خودداری، اہل و عیال کی کفالت، مخلوق خدا کی خدمت اور رضائے الٰہی کا حصول ہو تو یہی عمل عبادت، جہاد اور قرب الٰہی کا موثر ذریعہ بن جاتا ہے۔
جب صورت حال یہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ صوفیہ اور اختیارِ معاش کے تعلق سے اہل دانش عدم توجہی کے شکار ہیں۔ ممکنہ وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ عموماً صوفیہ کے ملفوظات اور ان کی حیاتِ مبارکہ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ارباب حال کسب معاش سے بے نیاز رہے ہیں۔ لیکن بعض صوفیہ نے عملی طور پر کسب معاش کے طریقے اپنا کر اس تصور کو تقویت دی ہے کہ کسب معاش اور تصوف میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ متعدد صوفیہ کے ملفوظات میں کسب رزق کی ترغیب و تلقین بھی ملتی ہے۔ جس کی متعدد شواہد گزشتہ صفحات میں مذکور ہیں۔ صوفیہ کے متعدد ارشادات اس تصور کو تقویت فراہم کرتے ہیں کہ کسب رزق جائز ہی نہیں، مستحسن بلکہ بعض صورتوں میں فرض و واجب بھی ہے۔ مثلاً شیخ ابو بکر کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ روزی کمانا جائز ہے خواہ کسی پیشہ کے ذریعے سے ہو مثلاً تجارت اور زراعت وغیرہ جو شرعاً جائز ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ صوفی مشتبہ چیزوں سے بیدار، ثابت قدم اور پرہیز کرتا رہے اور یہ پیشے باہمی تعاون کیلئے اختیار کیے جائیں۔ صوفیہ کے نزدیک اس شخص پر روزی کمانا فرض ہو جاتا ہے، جس کے ساتھ ایسے لوگ بندھے ہوئے ہوں جن کے روزینہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہو۔[23]

شیخ کلاباذی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق صوفیا کے نزدیک اس آدمی پر روزی کمانا فرض ہو جاتا ہے جس کے ساتھ ایسے لوگ وابستہ ہوں جن کی روزانہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہو اور یہی مطلب ہے حدیث طلب کسب الحلال فریضۃ کی۔

تذکرہ آبادانیہ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سلسلۂ آبادانیہ اور اس سے مستفیض ہونے والے سلسلۂ تیغیہ کے مشائخ نہ یہ کہ خود صنعت و تجارت سے جڑے رہے بلکہ اپنے مریدین وخلفاء کو بھی کسب معاش کی ترغیب و تاکید کی۔ چنانچہ قطب المشائخ حضرت مولانا میر محمد زکریا دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ صوفی شاہ آبادانی صدیقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے انہیں سلطان اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے والد کی جگہ منصب دار کا عہدہ عطا ہوا تھا۔ لیکن انہوں نے دنیاوی جاہ و حشم کو قبول نہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان کے اس ارادہ پر ان کے پیر و مرشد نے فرمایا: 'دنیا بمعنی مشغول ہونا غیر حق ہے اسباب ظاہری مانع حق پرستی و خداشناسی نہیں ہے' انہوں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی[24]: رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ یعنی 'ذکر الٰہی میں اللہ کے نیک بندوں کو تجارت اور خرید و فروخت مانع نہیں ہوتی۔ ذکر الٰہی میں دست بکار دل بیار ہونا چاہیے۔' بعد میں آپ نے منصب داری کا عہدہ چھوڑ دیا اور تجارت اختیار کی۔ آپ کشمیر سے پشمینہ[25] منگواتے اور لاہور کے اطراف میں فروخت کرواتے۔[26]

نور القلوب میں حضرت میر محمد زکریا دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کاغذ گری کا پیشہ اختیار کرنے کے حوالے سے تحریر ہے کہ ایک شب خواب کے عالم میں امام طریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسب حلال اختیار کرو اور اس کے بعد ایک مہر لگا ہوا کاغذ عنایت فرمایا۔ کچھ دیر بعد جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے آنکھیں کھولیں تو سر بمہر کاغذ ہاتھ میں پایا اس میں تحریر تھا 'کاغذ گری کا پیشہ اختیار کرو'۔ آپ نے سیالکوٹ جاکر کاغذ گری کے اسباب مہیا کیے اور اس پیشہ کو بطیب خاطر پسند فرمایا۔[27] آپ کے بعد آپ کے مرید خاص حضرت شیخ صوفی شاہ آبادانی صدیقی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کاغذ گری کا پیشہ اختیار کیا۔ آپ اپنے ہاتھوں سے کاغذ بناتے جو کچھ اس کاغذ گری سے حاصل ہوتا اس کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ سے اپنے متعلقین کی کفالت فرماتے، دوسرے حصے سے پیرزادگان کی خدمت اور شیخ کا عرس کرتے، تیسرے حصے سے اپنے متعلقین فقرا و مساکین اور گوشہ نشیں مجذوبوں، فقیروں کی مدد فرماتے۔[28] سلسلۂ آبادانیہ کی ایک شاخ تیغیہ ہے جو شمالی بہار کے مختلف اضلاع خصوصاً مظفرپور، ویشالی اور سیتامڑھی کے گرد و نواح میں مقبول عام ہے۔ اس سلسلہ کی نسبت حضرت شاہ تیغ علی قادری آبادانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ ان کے متعلق کہا جاتا ہے کم سنی میں آپ کے والد بزرگوار اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور لوازمات خانہ داری کے سبب آپ کا علمی سفر رسمی طور پر ادھورا رہ گیا۔ اس کے بعد آپ گھر پر ہی پیشہ زراعت سے جڑ گئے۔ چند ہی سال بعد آپ کے مشفق چچا نے آپ کو کسب معاش کے لیے مظفرپور سے کلکتہ بلا لیا۔[29]

رزق حلال کی اس تگ ودو میں آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کررہے تھے: ما اکل احد طعاما قط خیرا من ان یاکل من عمل یدہ[30] یعنی کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔

حضرت تیغ علی رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے شیخ کا قول دست بہ کار، دل بہ یار کے ذریعے اپنے مریدین کو کسب حلال کی ترغیب دیتے تھے۔ یہ دراصل فارسی کا قول ہے جو اصل میں دست بہ کار (ہاتھ کام میں مشغول ہو) دل بہ یار دل یار (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ہو۔ یہ مقولہ تصوف کے اس بنیادی اصول کی ترجمانی کرتا ہے کہ انسان دنیاوی ذمہ داریوں سے فرار اختیار نہ کرے بلکہ دنیا کے تمام جائز کام انجام دیتے ہوئے اپنے دل کو ہر وقت اللہ کی یاد سے وابستہ رکھے۔ وہ دنیا میں رہے مگر دنیا اس کے دل میں نہ رہے۔ یہ تیغی مقولہ نقشبندی اصول خلوت در انجمن کا بہترین ترجمان ہے۔

صوفیہ کے ان احوال سے کوئی بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اہل حال جو تجارت وصنعت کرتے ہیں ان سے ان کا مقصود منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد مال ودولت کو خدا کی امانت سمجھ کر اسے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرنا ہے۔ انبیائے کرام میں حضرت ایوب اور حضرت سلیمان علیہما السلام یا صحابہ میں حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے مال ودولت کی نوعیت بھی امانت الٰہی ہی کی تھی۔

چونکہ طریقت میں جن احوال ومقام کو تزکیہ نفس کی بنیادی حیثیت حاصل تعبیر ہے ان میں فَقر کا مقام اعلیٰ واشرف تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سے کسی کو مغالطہ ہو سکتا ہے کہ صوفی کا تجارت یا صنعت سے جڑنا منافی توکل علی اللہ ہے۔ اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ کسب معاش کے حوالے سے صوفیہ کی دو رائے ہیں۔ صوفیہ کا ایک طبقہ وہ ہے جو رخصت پر عمل درآمد ہے اور کسب حلال کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 'چند شرائط کے ساتھ روزی کمانے کا وہی مقام ہے جو ان اعمال کا ہے جن سے قرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے اور انسان ان میں اسی طرح مشغول ہوتا ہے جس طرح وہ ان اعمال کے کرنے میں مشغول ہوتا ہے جو مستحب ہیں مثلاً نوافل مگر اس خیال سے نہیں کہ ان پیشوں سے رزق حاصل کیا جاتا ہے اور نفع کمایا جاتا ہے۔'[31] کتب تصوف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ سلسلۂ نقشبندیہ کے مشائخ، بادشاہوں سے میل جول اور ان کے قیمتی تحائف کو قبول کرنے کو تقویٰ کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔ ایک ہندوستانی مؤرخ، بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے:

بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملک کی سیاست وقیادت کے ساتھ ساتھ سلاطین وامرا سے بھی میل جول رکھتے تھے۔ التمش اور قباچہ کے بیچ بادشاہت کے لیے چھڑی جنگ میں اس نے التمش کا ساتھ دیا جس کے صلے میں انہیں (شیخ الاسلام) کے خطاب سے سرفراز کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بڑی تعداد میں لوگ اس کے معتقد بن گئے اور انہیں بیش بہا تحفہ وتحائف سلطان اور امیروں سے

ملے۔ وہ صوفیوں کی سادگی بھری زندگی جینے کے بجائے عیش و آرام کی زندگی جینے کو اہمیت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ دولت اور عیش وآرام سے بھی غریبوں اور کمزوروں کی خدمت کی جاسکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ عہد وسطیٰ میں ہندوستان کے سب سے دولتمند صوفی تھے۔ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لڑکے بدر الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کو سات لاکھ ٹنکہ (چاندی کا سکہ) وراثت میں ملا تھا۔[32]

اہل حال کی دوسری جماعت وہ ہے جو عزیمت پر عمل کرتی ہے۔ رزق اور اسبابِ رزق کی تلاش کو مقام توکل کے منافی سمجھتے ہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ بن جلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تم روزی کا انتظام خود کرو تو یہ کام تمہیں حق تعالیٰ سے دور کر دے گا اور مخلوق کا محتاج بنادے گا۔[33] روزی کی تلاش تو درکنار بعض صوفی اس سے متعلق کوئی سوال بھی برداشت نہیں کرتے۔ شیخ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں قرآن کی یہ آیت پڑھی: وللہ خزائن السماوات والارض ولکن المنافقین لا یفقھون۔[34]

شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسجد میں نماز پڑھی، نماز کے بعد امام صاحب نے پوچھا کہ حضرت کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ سوال سنتے ہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ ٹھہر گئے اور کہا ٹھہر جاؤ میں نماز دوبارہ پڑھوں گا کیوں کہ اس شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں جو رزاق کو جانتا نہیں۔[35]

کسب معاش سے بے اعتنائی صوفیہ کے اس یقین کا ثمرہ ہے کہ رزق پہنچانے کا کام اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ بندہ کے پاس پہنچ کر رہے گا جیسا کہ غزوۂ تبوک کے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے صحابہ کرام کو تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جیسے موت انسان تک پہنچ کر رہتی ہے اسی طرح رزق انسان تک پہنچ کر رہتی ہے۔[36]

بہتر ذریعہ معاش کیا ہے؟

اہل سلوک ومعرفت کی نظر میں طلب دنیا اور زر پرستی ایک ناپسندیدہ خیال ہے اس لیے یہ سوال کہ صوفیہ کے نزدیک بہترین ذریعہ معاش کیا ہے غیر موزوں معلوم ہوتا ہے۔ تاہم جو صوفیہ رخصت پر عمل کرکے کوئی پیشہ اختیار کرتے ہیں وہ زراعت اور تجارت کو دیگر پیشوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس لقمہ کو جو زراعت سے حاصل ہو اس لقمہ سے بہتر سمجھتے ہیں جو دیگر پیشوں سے میسر ہو، چنانچہ جب کچھ نوجوان آپ کی مجلس میں جمع تھے تو ان سے آپ نے پوچھا: درچہ مشغول میباشی؟ یعنی آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟ اس میں سے ایک نے جواب دیا "زراعت میکنم" ہم کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "نیکو لقمہایست لقمۂ زراعت، بسیار مزارعان صاحب حال بودہ اند"[37]۔ یعنی زراعت سے بہتر کوئی لقمہ نہیں اور بہت سارے زراعت پیشہ لوگ صاحب حال ہوئے ہیں۔

علمائے ظاہر اور فقہائے کرام نے زراعت، تجارت اور صنعت میں سے "بہترین ذریعہ معاش" کی تعیین و تشخیص کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ تجارت سب سے افضل ہے، علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ زراعت کی فضیلت زیادہ ہے۔[38] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی جگہ ایسی احادیث جمع کر دی ہیں جو تجارت، زراعت اور صنعت کی اسلام میں اہمیت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں شرف و فضیلت بتاتی ہیں۔[39]

مختلف ذریعۂ معاش کے انتخاب میں علمائے ظاہر کے اختلافات کو اگر اس نقطہ سے دیکھیں کہ شریعت میں مقصود ذریعۂ معاش کا انتخاب نہیں بلکہ طلبِ معاش میں حلال و حرام کی حدوں کو قائم رکھنا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فقہانے ناحق یہ مشقت اٹھائی ہے۔اس سلسلے میں علامہ ابن حجر کی بات بہت متوازن اور مناسب معلوم ہوتی ہے۔:قد یختلف الاحکام باختلاف الاحوال والاشخاص۔[40] یعنی حالات زمانہ اور اشخاص کے فرق کے ساتھ احکام میں بھی فرق ہو سکتا ہے۔ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں زمین پیدا وار کے لیے کم موزوں ہیں اور وہاں غذا کی کافی قلت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے ایسی جگہ زراعت کی اہمیت زیادہ ہوگی۔ بعض علاقے بازار اور کارخانوں سے دور ہوتے ہیں، وہاں ضروری اشیانہ پہنچائی جائے تو لوگوں کی زندگی دشوار ہو جائے۔ ایسی جگہ تجارت زیادہ موزوں ہے۔ حالیہ برسوں میں ہندوستان کی سیاسی فضا ایسی بن گئی کہ اکثریتی طبقہ کی سیاسی خوشنودی کے لیے اقلیتی قوم یعنی مسلمان کو روزی روزگار سے محروم کیا جا رہا ہے۔ ایسے میں مسلمانوں کو ملکی اور مقامی صنعت میں اپنی موجودگی درج کرانے کی اشد ضرورت ہے۔ اس بابت مشائخ تیغیہ مثلاً صوفی شاہ آبادانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے کسبِ معاش کا غذگری یا امیر کبیر سید میر علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دستکاری، صنعت پیپر ماشی (جس کو انہوں نے اہل کشمیر کو متعارف کرایا) بطور مثال اور ترغیب کے پیش کیا جا سکتا ہے۔

حاصل یہ کہ صوفیہ کے نظریاتی اقوال اور عملی گوشوں کے تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں اپنے اندر اچھائی اور برائی کا پہلو رکھتی ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دولت کے پجاری بننے کے بجائے اسے حاصل کرنے کے طریقے اور اس کے خرچ کے مناسب راستوں پر نظر رکھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا کی مثال سانپ کے عرق سے دی ہے جو زہر اور تریاق دونوں ہے۔ سانپ کے فائدے سے ناواقف شخص اگر اسے لیتا ہے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے اور ماہر شخص تریاق کے بطور اس کا مفید استعمال کرتا ہے۔ یہی حال صنعت، حرفت اور تجارت کا ہے دنیادار اسے اپنی عیش و عشرت کا ذریعہ سمجھتا ہے لیکن خدا سے ڈرنے والا نیک بندہ اسے خدمت خلق کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور اس سے حاصل دولت کو کارِ خیر میں صرف کرنے کو سعادت تصور کرتا ہے۔

حوالہ جات

[1]خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، واقعاتِ کشمیر، ترجمہ: ظہور احمد شہداد ظہورؔ، شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب، سرینگر، 2024، ص87

[2]سیدہ اشرف ظفر، سید میر علی ہمدانی، ندوۃ المصنفین، لاہور، 1972، ص75

[3]عبد الحمید اعظمی، شاہ ہمدان اور کشمیر، گلشن پبلیشرز، سرینگر، 1998، ص210

[4]حضرت نور الدین جعفر بدخشی، خلاصۃ المناقب (اردو)، ترجمہ: پروفیسر شمس الدین احمد، گلشن پبلیشرز اینڈ ایکسپوٹرز، سرینگر، 2003، ص144

[5]Prof. Hamid Naseem Rafiabadi,*Saintsand Saviours of Islam*, (New Delhi; Sarup &Sons, 2005),251.

[6]أبو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، صحیح مسلم (اردو)، کتاب الایمان، ترجمہ: پروفیسر محمد یحیٰ سلطان محمود جلاپوری، دار العلم، ممبئی، 2015، ج1، حدیث284

[7]اس لفظ سے یہ عبارت حدیث کی کتاب میں موجود نہیں جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری جلد9، صفحہ 111، میں فرمایا ہے۔ فلم أرہ بھذا اللفظ، لیکن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے جو طبرانی نے روایت کی ہے وہ اسی مفہوم میں ہے۔

[8] القرآن، سورۃ الجمعۃ، 10: 62

[9]امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی، مشکوۃ المصابیح (اردو)، خرید وفروخت کا بیان، ترجمہ: ابو انس محمد سرور گوھر، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 2013، ج2، حدیث2781۔ امام بیہقی نے اسے شعب الایمان کے تحت روایت کیا ہے۔

[10]لیکن صنعت وحرفت کے میدان خود کفالتی اور معاشرہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کے حوالے سے کم پڑھنے کو ملتا ہے۔ حالانکہ صنعت وحرفت کے میدان میں مسلمانوں کی موجودگی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

[11]محمد خلیل الرحمن، مسلمانوں کی صنعت، حرفت، زراعت، تجارت، کتابستان، آلہ آباد، 1934، ص2

[12]اس سے ذہن کا التفات ہوتا ہے کہ تجارت اور طریقت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

[13]حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، غنیۃ الطالبین، مترجم: امان اللہ خان ارمان سرحدی، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، 1079، ص108

[14]القرآن، سورۃ الانبیاء، 21: 80

[15]حجۃ اللہ اسلام امام محمد غزالی، کیمیائے سعادت المعروف بہ اکسیرِ ہدایت، مترجم: مولانا محمد سعید احمد نقشبندی، ادبی دنیا، دہلی، 2014، ص269

[16]ایضا

[17]ایضا

[18]ایضا

[19]ایضا، ص270

[20]ایضا، ص269- 270

[21]ایضا، ص270

[22] ایضا

[23] ابو بکر بن ابو اسحاق محمد بن ابراھیم بن یعقوب البخاری الکلابازی، التعرف لمذھب اھل التصوف، مترجم:ڈاکٹر پیر محمد حسن، اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور،1978، ص127

[24] محمد انور علی، تذکرہ آبادانیہ، رضا لائبریری، رامپور،1992، ص 41

[25] پشمینہ کشمیر کی سب سے عمدہ اور مہنگی شال مانی جاتی ہے اس کے دھاگے بھیڑ کے اون سے بنتے ہیں جو نہایت گرم ہوتا ہے۔ ایک عمدہ پشمینہ شال کی قیمت ایک لاکھ تک جاتی ہے۔

[26] محمد انور علی، تذکرہ آبادانیہ، ص41

[27] ایضا، ص42

[28] ایضا، ص64

[29] حافظ شاہ محمد حنیف قادری، انوارِ قادری، خانقاہ آبادانیہ، مظفرپور،1969، ص15-16

[30] امام ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری الجعفی، بخاری شریف(اردو)، کتاب خرید وفروخت کے مسائل کا بیان، ترجمہ: مولانا محمد داؤد رازؔ، دار العلم، ممبئ، 2012، ج3، حدیث2072

[31] الکلابازی، التعرف، ص127

[32] شفیق احمد اشرفی، تصوف شناسی، ایم آر پبلیکیشنز، نئی دہلی،2016، ص196

[33] ابی عبد الرحمن محمد بن الحسین السلمی، طبقات الصوفیہ، مترجم: شاہ محمد چشتی، ادارہ پیغام القران، لاہور، 2011، ص127

[34] القرآن، سورۃ المنافقون7: 63

[35] ڈاکٹر غلام قادر لون، مطالعہِ تصوف: قران وسنت کی روشنی میں، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، دہلی، 1998، ص349

[36] ایضا

[37] مولانا حمید قلندر(مرتب) خیر المجالس، ملفوظات شیخ نصیر الدین محمود چراغ دھلوی، (مؤلف) خلیق احمد نظامی، شعبہ تاریخ، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا، 1961، ص156

[38] تخریج عراقی علی حدیث احیا، ج2، ص86

[39] خالد سیف اللہ رحمانی، حلال وحرام، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند، 2000، ص340

[40] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج4، ص304